سایۂ خدائے ذُوالجلال

اسلامی نظریہ
اور
ریاستِ پاکستان

انجینئر مختار فاروقی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

فرمانِ قائداعظم

یاد رکھو! دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔ اسی مقصد کی خاطر میں لندن کی پُرسکون زندگی کو چھوڑ کر عظیم مفکّر علامہ اقبال کے تصوّر کو عملی جامہ پہنچانے کی خاطر ہندوستان آ گیا ہوں۔ ان شاء اللہ ایک ایسی فلاحی اور مثالی مملکت قائم ہوگی جس کی بنیاد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر ہوگی، اور دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی۔

(نئی دہلی میں انٹرویو۔26 نومبر 1946)

نام کتاب ــــــ اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان تحریر ــــــ انجینئر مختار فاروقی

ناشر ــــــ مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ مطبع ــــــ سلطان باہو پریس جھنگ صدر

تاریخ اشاعت ــــــ دسمبر 2016ء تعداد ــــــ 1100

مقامِ اشاعت ــــــ قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی فیز II، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

0336-6778561 047-7630861-63 قیمت : 45 روپے

سلسلۂ مطبوعات 28

سایۂ خدائے ذُوالجلال

اسلامی نظریہ
اور
ریاستِ پاکستان

انجینئر مختار فاروقی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

پیش لفظ

جدید تعلیم یافتہ افراد کے لئے قرآنی تعلیمات کو فروغ دینے کی غرض سے قرآن اکیڈمی جھنگ سے ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' ایک عرصہ سے باقاعدہ شائع ہورہا ہے۔ ماہِ اکتوبر 2014ء کے شمارے میں ''حرفِ آرزو'' کے عنوان سے انجینئر مختار فاروقی صاحب نے ایک اسلامی نظریاتی ریاست کے لوازمات پر نہایت مفید معلومات فراہم کی ہیں۔

میرے خیال میں اسلامی جمہوریہ پاکستان جیسی نظریاتی ریاست کا اہم ترین ریاستی ستون اسلامی نظریہ ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے نصابِ تعلیم میں شامل کرنا نہایت ضروری ہے۔ ''حرف آرزو'' سے اس سے متعلق مواد اخذ کرکے ''اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان'' کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اربابِ اختیار بالخصوص محکمہ تعلیم کے ذمہ داران کو مناسب اقدامات کی توفیق دے تاکہ ہمارے ملک کی نوجوان نسل کی درست سمت میں ذہنی وفکری رہنمائی ہوسکے اور یہ ملک صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بن سکے۔ آمین

پروفیسر خلیل الرحمٰن

سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ

۹ نومبر ۲۰۱۴ء

اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان

آج ہمارے ملک پاکستان کی صورت حال بہت ناگفتہ بہ ہے یہاں انصاف، انسانی حقوق، باہمی عزت اور انسانی رشتوں کے احترام کا فقدان ہے۔ 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' یا اس سے بھی بدتر جنگل کا قانون نافذ ہے۔ غریب کی کٹیا میں بنیادی ضروریات ہی پوری نہیں ہو پا رہیں، جبکہ ملک کا اشرافیہ اور حکمران طبقہ دن بدن امیر سے امیر ہوتا جا رہا ہے۔ لوٹ کھسوٹ کا نظام قائم ہے۔ ایم این اے اور ایم پی اے حضرات سائیکل/موٹر سائیکل پر ہوتے ہیں، منتخب ہوتے ہیں تو جلد ہی ان کے پاس کروڑ روپے کی گاڑی، گن مین، بے تحاشا دولت اور اثاثہ جات آ جاتے ہیں۔ یہ سب کہاں سے آ جاتے ہیں جبکہ عوام کو دینے کے لیے اس ملک کے حکمرانوں کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مزدور کی تنخواہ سات آٹھ ہزار روپے ماہانہ ہے جبکہ گھر کے اخراجات بچوں کی فیسوں، علاج معالجہ اور ناگہانی ضروریات کے ساتھ اوسط اخراجات فی گھر تیس ہزار سے کم نہیں۔ تو یہ فرق ـــــ ہمارے ایم این اے حضرات اور پارلیمنٹ کے معزز ارکان شاید محسوس نہ کریں، عوام کو معلوم ہے اور وہ تو اس تکلیف دہ صورتِ حال سے گزر رہے ہیں۔

شامتِ اعمال

ہمارے ملک کے عوام میں گذشتہ 67 برس کے ظلم اور ناانصافی کے علاوہ لوٹ کھسوٹ، دھونس، دھاندلی سے انگریزوں کے دور سے چلے آنے والے مراعات یافتہ طبقے اور سینکڑوں نو دولتیے ملک پر قابض خاندان نیز اس ملک کے تنخواہ دار مقتدر حضرات کے بے رحمانہ رویّے کی وجہ سے اس نظام کے خلاف بغاوت کے آثار ہیں اور اس نظام نے انہیں 67 سال میں کچھ نہیں دیا اور ان حالات میں آئندہ بھی ان کے لئے اُمید کی کوئی کرن نہیں۔ لہٰذا ـــــ نادیدہ طاقتیں اس جذبے کو استعمال (EXPLOIT) کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لئے سرگرم ہیں۔ یہ ملک ایک نظریہ اور اسلامی نظام یا شریعت کے نفاذ یا فکرِ اقبال کے مطابق اسلامی انقلاب

کے لئے حاصل کیا گیا تھا جس سے کفالت عامّہ کے اسلامی تصوّرات کے مطابق عوام کو بے پناہ فوائد حاصل ہونے تھے جس کے لئے 1947ء میں قربانیاں دی گئیں تھیں ۔مگر اس ملک پر اشرافیہ نے اپنے خونیں پنجے سختی سے گاڑ رکھے ہیں اور عالمی استعمار ان کی سرپرستی کر رہا ہے۔

ہمارے ملک میں جاگیرداری، سود، کرپشن، بے روزگاری، بے حیائی اور دین سے دُوری ہی چند وجوہات ہیں جس سے ملک کے عوام اپنے حکمرانوں سے بیزار ہو کر سڑکوں پر آئے ہیں ہمیں اصلاح احوال کے لئے بہت سارے اقدامات کرنا ہوں گے ورنہ ہر آنے والا دن ـــــــ بقول شخصے خونیں انقلاب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر یہ جھجک دور ہوگئی کہ لمبی سے قیمتی گاڑی میں سوار آدمی کو گھیر لو، اس کو باہر نکال کر قتل کر دو اور گاڑی چھین لو، اثاثے چھین لو ـــــــ تو ملک کا کوئی کونہ اس چھینا جھپٹی اور عوامی لوٹ کھسوٹ سے خالی نہیں رہے گا گلی گلی میں یہی صورت حال نظر آئے گی۔ دین کو اور نظریہ کو چھوڑ کر حقیقتاً ہم نے پاکستان کو سیکولرازم کا لبادہ اوڑھا دیا ہے اور یوں پاکستان کو دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ کھڑا کر دیا ہے جہاں عدل وانصاف نام کی چیز نہیں پائی جاتی۔ ایسے ممالک میں بھی بالآخر انقلاب آتے ہیں چاہے فرانس ہو، چاہے روس ہو، چاہے چین ہو ـــــــ ایسے حکمران اور اشرافیہ سڑکوں پر لا کر قتل کر دیے جاتے ہیں اور ملک میں افراتفری اور خانہ جنگی کی کیفیت پھیل جاتی ہے۔ پاکستان کے نظریہ اور اسلام کو چھوڑ کر قرآن مجید بھی ہمیں 'خانہ جنگی' کی وعید سنا رہا ہے تاہم اشرافیہ کے کان بالعموم ان آوازوں کو سن نہیں سکتے۔ چاہے یہ نوِشتۂ دیوار ہی کیوں نہ ہو۔

آج ضرورت ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ہم ایک صدی قبل کہاں تھے۔ 1947ء میں کہاں اور کیسے تھے اور اب 2014ء میں نام نہاد آزادی کے ساتھ کہاں کھڑے ہیں ہمارا رُخ کدھر کا ہے اور ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟۔

آیئے ذرا سنجیدگی سے اس معاملے پر تھوڑی دیر غور کرتے ہیں۔

سیکولر ریاستیں اور نظریاتی ریاستیں

آج کی دنیا میں 200 سے زیادہ ممالک ہیں، جن ممالک میں کوئی منظّم نظم ونسق ہے وہ 'ریاست' کہلاتے ہیں۔ ریاست کی نوعیّت دو طرح کی ہوتی ہے۔ گزشتہ چند صدیوں سے

عصر حاضر عملاً 'لادینیت' یعنی یونان کے ارسطو کے ملحدانہ اور حیوانی نظریات کا علمبردار ہے اور اکثر ممالک آج لادینیت یعنی سیکولرازم (SECULARISM) کے داعی ہیں۔ دوسری طرف ریاست کی ایک اور صورت یا قسم نظریاتی (IDEALOGICAL) ریاست کی ہے۔

بعض ریاستیں اس لحاظ سے واضح اعلان نہیں کرتیں، تاہم مغرب کی سیکولر تہذیب کی بالادستی اور میڈیا کے ذریعے پھیلاؤ کی وجہ سے عملاً (FOR ALL PRACTICAL PURPOSES) وہ بھی لادین ریاست کی تعریف میں ہی آتی ہیں۔

بعض ریاستیں لادینیت (SECULARISM) کے دعوے کے ساتھ کٹر مذہبی ہیں جیسے بھارت اور بعض ریاستیں عیسائیت کا نام لے کر بھی سیکولر ہیں جیسے اقوامِ یورپ وغیرہ۔

دو نظریاتی ریاستیں

گزشتہ صدی کے عین وسط میں جبکہ مغربی تہذیب 'جوبن (BLOOM) پر تھی دنیا میں دو ریاستیں (STATES) ایسی وجود میں آئیں کہ وہ اس وقت سے لے کر آج تک نظریاتی ریاستیں کہلاتی ہیں۔ ہماری مراد 14 ر اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر اُبھرنے والی ریاست 'ملکِ خداداد' پاکستان ہے جس کا آئینی نام 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' ہے اور دوسری نظریاتی ریاست 9 مئی 1948ء کے دن فلسطین میں علاقے کے عوام کی مرضی کے خلاف بالادست عالمی صہیونی مغربی قوتوں کے دباؤ کی وجہ سے انسانیت پر ٹھونسی جانے والی ریاست 'اسرائیل' ہے جو ایک یہودی ریاست ہے۔

حکومت اور ریاست

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ایک چیز جو انسان نے صدیوں کے تجربہ کے بعد حاصل کر کے اپنا اثاثہ شمار کیا ہے وہ ریاست اور حکومت کے دو علیحدہ تصورات ہیں۔ آج سے چند صدیاں پہلے تک دنیا میں بادشاہت کا دور تھا ملک اور علاقے فتح ہوتے تھے حکومت بنتی تھی بادشاہت کا نظام تھا بعض اوقات جبر وقہر کے ذریعے یہ نظام صدیوں پر محیط ہو جاتا تھا جیسے یونانی اور رومی ریاستیں۔ وہاں حکومت یا بادشاہ وقت کے خلاف بولنا ـــــ ریاست پر تنقید اور بغاوت

شمار ہوتا تھا یعنی حکومت کی مخالفت کرنا 'غداری' شمار ہوتا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ انسان ذہنی اور علمی پختگی کی طرف آیا ہے تو سیاست (POLITICAL SCIENCE) کے شعبہ میں یا جدید سوشل سائنسز کے لحاظ سے آج ریاست اور حکومت کو الگ الگ سمجھا جاتا ہے۔ ریاست ایک (نسبتاً) پائیدار شئے ہے اور حکومت عارضی اور وقتی ہے بادشاہ یا حکمران فوت ہو جاتا ہے کوئی اور 'بادشاہ' یا منتخب حکمران اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ حکومت بدل گئی مگر ریاست، اس کے مقاصد، اہداف اور نظریہ برقرار رہا۔ نئی حکومت کے لیے انہیں باتوں کو تسلسل کے ساتھ آگے بڑھانا اس نئے حکمران کا فرضِ منصبی شمار ہوتا ہے۔ دنیا میں آج سرکاری عہدوں پر بالخصوص صدر یا وزیراعظم سے حلف لیا جانا اسی ریاستی نظریہ کی حفاظت و نگہبانی کے ساتھ پھیلاؤ واشاعت یا کم از کم استحکام کی مساعی کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔

حکومت کے خلاف جلوس، مظاہرے، دھرنے دیے جاسکتے ہیں۔ حکومت بدلی جاسکتی ہے حکمرانوں پر ان کی کارکردگی کی وجہ سے سچے جھوٹے الزامات لگائے جاسکتے ہیں ان کو بدنام کیا جاسکتا ہے مگر ریاست اور اس کے نظریہ کے خلاف کوئی کام 'بغاوت' شمار ہوتا ہے۔

آج سے چند صدیاں قبل یہ تصور دنیا میں رائج نہیں تھا۔ حکومت کے خلاف اُٹھنا یا حکمرانوں کے خلاف اقدام 'ریاست' کے خلاف اقدام یعنی بغاوت تصور ہوتا تھا۔

ریاستی ادارے (ستون)

'ریاست' کے اس جدید تصور کو انسانیت کی مشترکہ قابل قدر متاع سمجھا گیا ہے اور یوں عصر حاضر میں اس ریاست کے استحکام، اور دوام کے ساتھ پھیلاؤ کے پہلو سے بڑا علمی و عملی کام سامنے آیا ہے اور ریاستی امور پر غور و فکر کرنا علم کا پورا ایک شعبہ (DEPARTMENT) بن گیا ہے۔ اس شعبۂ علم کو STATECRAFT کا نام دیا گیا ہے۔ اس شعبہ میں بہت سا کام ہوا ہے اور ابھی مزید بہت سارا کام باقی ہے۔ آج کی لادین ریاستوں (SECULAR STATES) نے اپنے عوام کو 'آزادی' کا کھوکھلا نعرہ دے کر بہلا رکھا ہے مگر اس نعرہ کے پردے میں بعض غیر مرئی مقتدر قوتیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم رہتی ہیں۔

اس ریاستی نظم و نسق اور ریاست کی کامیابی اور پائیداری کے لیے درج ذیل

ریاستی اداروں کا ہونا ضروری ہے۔ اہمیّت کے اعتبار سے یہ ادارے ریاست کے ستون (PILLARS OF THE STATE) کہلاتے ہیں۔

ریاست کے ستون
PILLARS OF THE STATE

انتظامیہ	مقنّنہ	عدلیہ	فوج
(حکومت)	(پارلیمنٹ)	(عدالتی نظام) ہائی کورٹس سپریم کورٹ	(ایک منظّم مسلّح فوج جو عام طور پر برّی، بحری اور فضائیہ فوج پر مشتمل ہوتی ہے)
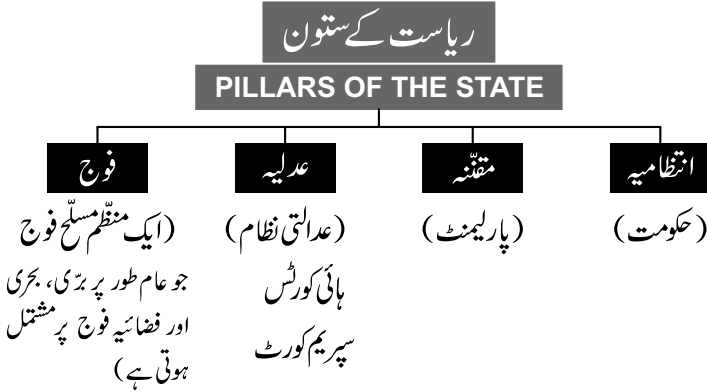
ایک ریاست کے لیے ان چاروں ستونوں (PILLARS) پر اہلِ علم عرصے سے متفق ہیں۔ ریاست کے استحکام کے لیے ان ریاستی ستونوں کو ORGANS یا اعضاء بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ اس لیے کہ جیسے انسانی جسم ایک جسدِ واحد ہے اس سے سر، پاؤں، ہاتھ وغیرہ الگ نہیں کیے جا سکتے اور اگر علیحدہ ہو جائیں تو وہ جسد ایک 'نامکمّل جسد' تو کہلا سکتا ہے مکمّل جسدِ انسانی نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح ان اعضاء یا ORGANS کے بغیر کوئی ملک ریاست کہلانے کا مستحق نہیں یا یہ ORGAN موجود تو ہوں مگر ناکارہ (IN-ACTIVE) ہوں جیسے کسی انسان پر فالج کا حملہ ہو جائے اور اس کی ٹانگ یا ہاتھ شَل ہو جائے تو وہ انسان شاید زندہ تو رہ سکے گا مگر مکمل انسان نہیں کہلا سکتا ہے جو اپنے مفادات کا پورا پورا تحفّظ کر سکے۔ بعینہٖ اسی طرح ایک ریاست کے یہ اعضاء صحیح سلامت ہوں گے تو ان کی کارکردگی صحیح ہوگی اور صحیح سمت میں ہوگی تو وہ ریاست زندہ و پائیدار رہے گی بصورتِ دیگر اگر یہ اعضاء ناکارہ (NON-FUNCTIONAL) ہو جائیں یا اپنے فرائض صحیح ادا نہ کر رہے ہوں یا ان کے فوائد عوام تک نہ پہنچ رہے ہوں تو وہ ریاست ایک کامیاب ریاست یا 'زندہ ریاست' کہلانے کی مستحق نہیں سمجھی جائے گی بلکہ ناکام ریاست (FAILED STATE) سمجھی جائے گی۔

آزاد میڈیا کا کردار

اوپر درج ریاست کے ان چار ستونوں پر مستزاد ریاستی مشینری (STATE CRAFT) کے ماہرین کا یہ خیال اب پختہ ہوکر اتفاقِ رائے (CONSENSUS) کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ ریاست کے ان ستونوں کو صحیح سمت میں چلانے کے لیے ہر ملک میں میڈیا (ذرائع ابلاغ) کا بڑا کردار ہے۔ لہٰذا ہر ریاست میں میڈیا (MEDIA) کا آزاد ہونا ضروری ہے۔

یہاں 'آزادی' کے لفظ کا مطلب و مفہوم سیاسی آزادی نہیں بلکہ مادر پدر آزادی ہے کہ مذہب و دین و معاشرہ و اخلاق و سماج کے ہر بندھن اور قدغن سے آزادی اور آزادروی۔ جو چاہو کھاؤ جو چاہو پیو جو چاہو دیکھو جو چاہو سنو جو چاہو کرو کسی چارہ گر کی نصیحت کو نہ سنو اور کسی مذہبی رہنما و دینی پیشوا کی واعظانہ گفتگو پر کان نہ دھرو جو شیطان دل میں ڈال دے وہی کرو بلکہ نیکی اور اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی پر ڈٹ جاؤ۔ اس آزادروی کے تصور کو سیکولرازم نے عام کیا ہے اور اس کو لبرل ازم (LIBERALISM) کا نام دیا گیا ہے۔ مغربی مفکّرین کا خیال ہے کہ میڈیا کا اس طرح لبرل ازم کے معنی میں آزاد ہونا ضروری ہے جو ریاستی اداروں پر بے رورعایت تنقید کر سکے۔ سیکولر ریاستوں میں تو یہی ہو رہا ہے یہی ممکن ہے اور یہی ہونا چاہیے۔ یہ صورت حال مغربی تصوّرات کے لحاظ سے انسانیّت کی معراج ہے اور مغربی مفکّرین کے نزدیک END OF HISTORY ہے اس سے آگے انسانی سوچ اور ترقی کا کوئی اور میدان نہیں ہے۔ دنیا بھر میں سیکولر ریاستیں یہی کچھ کر رہی ہیں ہمارا پڑوسی بھارت اس معاملے میں مغرب سے بھی چند قدم آگے ہے۔

پاکستان میں بھی گزشتہ کچھ عرصہ سے مغرب کی سرپرستی اور NGO's کے پھیلائے گئے تصوّرات کی آڑ میں میڈیا نے آہستہ آہستہ یہی کچھ کرنا شروع کر دیا ہے اور اب سیکولرازم کا پرچارک بن چکا ہے۔

نظریاتی ریاست میں نظریہ کی اہمیّت

ایک نظریاتی ریاست میں نظریہ بھی ایک اہم ریاستی ستون ہے نظریہ سے مراد نظریہ کی

بنیاد پر ایک نظریاتی نظامِ تعلیم ہے۔ایک نظریاتی ریاست میں نظریہ کی کیا اہمیّت ہے؟ اس سوال پر بحث سیکولرازم کے علمبرداروں کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ یہ سیکولر ریاستوں کا۔اس لیے کہ مغرب میں کوئی نظریاتی ریاست ہے ہی نہیں۔اسرائیل ایک نظریاتی ریاست ہے تو وہ مغرب کے لیے ایسا منہ زور گھوڑا ہے کہ تمام یورپی اور امریکی امامانِ سیاست اور تمام مغربی کلیساؤں کے شیوخ سب اسرائیلی اور صہیونی ایجنڈا کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور اسرائیل کے معاملات میں دخل دینے کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں جو شاید ان کے تین میں سے ایک خدا حضرت عیسیٰؑ کے سولی چڑھ جانے سے بھی معاف نہیں ہو سکے گا۔(نعوذ باللہ)

لہٰذا نظریاتی ریاست میں نظریہ کی اہمیّت صرف پاکستان کا مسئلہ ہے۔یہ مسئلہ نہ سعودی عرب کا ہے کہ سعودی خاندان کی حکومت ہے نہ مصریوں کا نہ شامیوں نہ عراقیوں اور نہ اردن کے بادشاہ سلامت کا۔یہ دردِ سر صرف پاکستان کے مسلمانوں کا ہے۔اس ملک کے بانیان علامہ اقبال اور قائداعظم ہیں۔اس ملک کا نظریہ فکرِ اقبال یا 'اسلام' جو علامہ اقبال نے سمجھا، کے علاوہ کچھ نہیں اور یہی کچھ عیاں ہے قائداعظم محمد علی جناح کے لاتعداد خطبات وتقاریر سے۔

فکرِ اقبال ـــــ قرآن وحدیث سے ماخوذ اور خودی بمعنی روح انسانی کے اثبات اور پائیداری کی سوچ پر مبنی ہے۔علامہ اقبال ابن عربی کے قائل ہیں انہیں رومی کی شاگردی پر فخر ہے، غزالی کے مدّاح ہیں ہاں ـــــ وحدت الوجود کا وہ تصور جس سے فنائیت وکاہلی اور بےعملی پیدا ہو، اس کے منکر ہیں اور زندہ و بیدار خودی اور ہمہ وقت چوکس اور مصروف عمل خودی کے علمبردار ہیں اور برصغیر کے مسلمانوں (جو صوفیائے اسلام کی تبلیغ سے ہی ایمان لائے تھے اور امام غزالیؒ و رومیؒ کے نظریات کے پیروکار تھے جس میں مختلف اکابرین اپنے اپنے حالات میں غیر اسلامی نظریات کے آمیزش کی اصلاح کا بیڑا اُٹھاتے رہے ہیں اور بڑے عظیم کام کیے ہیں) کے اجتماعی ضمیر کی ترجمانی کر کے اپنے کلام کو جاودانی بخشی، خالق کائنات نے انہی کے کلام کے ذریعے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو بیداری بخشی اور سیاسی سوچ دی اور پاکستان جیسا ملک عطا کر دیا اور فکرِ اقبال کو اس ملک پاکستان کا نظریہ بنا دیا۔یہ 'فکرِ اقبال' پاکستان میں ایک نظریہ اور IDEOLOGY کے طور پر اُجاگر ہونا ضروری ہے۔

نظریاتی نظام تعلیم

ایک نظریاتی ریاست میں یہ ذمہ داری ایک نظریاتی نظامِ تعلیم کے ذریعے ادا ہوتی ہے۔نظریاتی نظامِ تعلیم ہی ملک کے عوام وخواص اور ریاستی ستونوں کے کارپردازوں میں نظریاتی تسلسل کی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس طرح نظریاتی نظامِ تعلیم زندہ اور جاندار ہو تو ملک کی نظریاتی سرحدیں نمایاں اور مستحضر رہتی ہیں۔

اگر ریاست کے سارے ستون اپنی جگہ قائم اور مضبوط ہوں تو......

پاکستان جیسی نظریاتی ریاست جو لا اِلٰہ اِلا اللہ کی علمبردار ہے اگر اس کے سارے ریاستی ستون مضبوط ہوں تو فکر اقبال کے مطابق پاکستان میں رہنے والے ہر انسان (مسلم وغیرمسلم) کے لیے

● عدل وانصاف کی ضمانت ہوگی۔ ● ظلم، استحصال، لوٹ کھسوٹ، جھوٹ، فراڈ، ہوسِ زر، سود، رشوت، بددیانتی سے پاک ماحول ہوگا۔ ● معاشرتی برائیاں ازقسم ملاوٹ، دھوکہ، جعلی ونقلی (2 نمبر) مال کی فروخت، کم تولنا، ملاوٹ وغیرہ کا خاتمہ ہوجائے گا۔ ● محنت کی قدر اور عزت ہوگی۔ بے کار اور مفت خور لوگوں کو راہِ راست پر لایا جائے گا۔ ● جاگیرداری، غیر حاضر زمینداری اور ماتحتوں (مزارعین و ملازمین و لیبر) کا استحصال بند ہوجائے گا۔ ● ہر (مسلم و غیرمسلم) پاکستانی شہری کے لیے کفالتِ عامّہ کا اہتمام ہوگا یعنی جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہے کمارہا ہے گھر چلا رہا ہے ٹھیک ہے مگر کسی وجہ سے محتاج اور اپاہج ہوجائے (سڑک کا حادثہ، فیکٹری اور کارخانے میں آگ، بجلی اور کسی ناگہانی واقعہ سے حادثہ، جان لیوا بیماری، اپنی کسی غلطی کی وجہ سے ہاتھ کٹ جانا، وغیرہ وغیرہ) تو اس کو حکومت کی طرف سے روٹی کپڑا مکان، بچوں کی مفت تعلیم اور مفت علاج معالجہ کی گارنٹی ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنی غلطی سے ایسا جرم کرلے کہ اسے سزائے موت ہوجائے تو بھی اس کے اہل خانہ بھوکے نہیں مریں گے بلکہ کفالتِ عامّہ کے تحت باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے۔ ● مساواتِ انسانی کے اسلامی اصول کے تحت خواتین اور مردوں کو کام کاج، کھیل کود، بنیادی صحت، بنیادی تعلیم کے برابر مواقع میسّر ہوں گے۔ ● شراب،

بدکاری اور بے حیائی کی طرف راغب کرنے والے لوگ، میڈیا، تحریر وتقریر، اشتہارات، ناچ گانا اور بے حیائی کے اڈے بند کردیے جائیں گے۔ خلاف ورزی پر سخت سزا ہوگی۔ ● مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ میدان کارہوں گے۔ پردے کا اہتمام ہوگا۔ پرائمری تعلیم قریب ترین جگہ پر صرف خواتین اساتذہ کے سپرد کردی جائے گی۔ فیملی خواتین کے لیے علیحدہ کھیل کود، سیر و تفریح کے مواقع ہوں گے۔ عورت کی عفّت وعصمت کی حفاظت کا اہتمام ہوگا۔ ● مردوں کے ہسپتالوں میں خواتین نرسوں کا متعیّن ہونا ختم کردیا جائے گا۔ خواتین نرسیں صرف خواتین اور بچوں کے وارڈز میں ہوں گی دوسرے وارڈز میں مرد نرسز (MALE NURSES) کام کریں گے۔

● زکوٰۃ وعشر کا نظام نافذ کیا جائے گا۔ ● غیر مسلم اپنے مذہب کی تعلیم اپنی نئی نسل کو اپنے خصوصی سکولوں میں دے سکیں گے۔ اس کا انتظام ان کے اپنے اہل علم کی سپرد ہوگا۔ اپنی عبادات اور رسومات بھی خاص معیّن جگہ پر کرسکیں گے۔ مسلمانوں میں اُن کے مذہب کی تبلیغ نہیں ہوگی۔

● غرض ـــــ ایک مثالی نظریاتی ریاست میں کوئی بھوکا نہیں سوئے گا۔ شرک نہیں ہوگا۔ عمر رسیدہ افراد کی خبر گیری ہوگی۔ ظلم نہیں ہوگا، بے انصافی نہیں ہوگی۔ ● سیاست چند گھرانوں اور خاندانوں تک محدود نہیں ہوگی۔ مراعات یافتہ طبقات یعنی اشرافیہ کا خاتمہ ہوجائے گا (یا راہِ راست پر آجائے گی اور اسلام کے اندر متعیّن اپنا رول ادا کرے گی)۔

پاکستان اور اس کے ریاستی ستون

آج پاکستان کے ریاستی ستون کمزور، مخدوش اور اپنی جگہ پر قائم نہیں ہیں ایک دوسرے کے دائرۂ اختیار (ZONE OF ACTIVITIES) میں مداخلت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ـــــ ہر طرح کی ممکنہ کرپشن، ظلم، زیادتی، ناانصافی، بددیانتی، سود، رشوت، مفت خوری نیچے سے لے کر اوپر تک حکومتی ایوانوں اور آسودہ حال طبقات کا وطیرہ بن چکی ہے غریب غریب سے غریب تر ہورہا ہے اور امیر امیر سے امیر تر۔ اور اس کے نتیجے میں دست قدرت کے تھپیڑوں (خانہ جنگی) کی آہٹ قریب آتی محسوس ہورہی ہے مسلم عوام کے ساتھ ساتھ غیر مسلم عوام کے ساتھ بھی ناانصافی ہورہی ہے۔ کمزور طبقات، مزدور، جوان، عورتیں سب ظلم اور استحصال کا شکار ہیں۔

ان حالات میں یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ پاکستان کے ریاستی ستون کمزور، بے عمل

(ناکارہ) اور غیر مؤثر (NON-FUNCTIONAL) ہیں۔

بالعموم حکمران طبقہ عیاش اور دین سے دور، میڈیا دین سے بیزار، ہمارے عوام دین سے غافل، علماء اپنی جنت کی پیشگی بکنگ (ADVANCE BOOKING) پر فرحاں و مطمئن، مذہبی و دینی مخلص سیاسی و غیر سیاسی زعماء و رجالِ کار تھکے ہوئے، بددل اور مایوس نظر آتے ہیں خواص و عوام کا ایک طبقہ حکمرانوں کو ان کی بداعمالیاں اور ریاست کے دیگر ستونوں کو ان کی نااہلی کا آئینہ دکھانے کے لیے 'دھرنے' کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہ سب کچھ نظریاتی زوال اور اس کے نتیجے میں ریاستی ستونوں کے نظریاتی انحراف اور نظریہ سے عملی بغاوت کا ثمرہ (OUTCOME) ہے جس کی تلخی ملک کا ہر شہری محسوس کر رہا ہے۔

اس پس منظر میں ہمارے نزدیک ملکی سطح پر غور و فکر کی اشد ضرورت ہے اس عظیم اور اہم کام کیلئے کوئی کمیشن بنایا جائے، پارلیمنٹ میں بحث کی جائے، اخبارات میں کھلی بحث کے ذریعے اس نظریاتی زوال کی وجوہات تلاش کی جائیں طریقہ کوئی ایک یا سب اختیار کر لیے جائیں اس ساری محنت کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ پاکستان میں بسنے والے ہر شخص نے نظریۂ پاکستان سے انحراف کیا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مجرمانہ غفلت کی ہے اور اس جرم میں عوام سے لے کر خواص تک (ملکی آبادی کی اُفقی تقسیم ـــــ HORIZONTAL STRATAS) اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لوگ (مزدور، کسان، تاجر، کارخانہ دار، علماء، سیاسی جماعتیں، حکمران اور عوام ملکی آبادی کی عمودی تقسیم ـــــ VERTICAL POLARIZATION) سب کے سب مجرم ہیں۔

نظریاتی انحراف کیوں ہوا؟

اس نظریاتی انحراف کے پیچھے ـــــ اسباب و وجوہات تلاش کرنے کی کوشش کریں تو نظر آئے گا کہ اس انحراف کی کچھ داخلی وجوہات ہیں اور کچھ خارجی اسباب ہیں۔

1 نظریاتی انحراف کی داخلی وجوہات

اجتماعی اور قومی سطح کے جرائم میں کسی ایک فرد کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا، ایسے جرائم

میں ہر طبقہ شریک جرم سمجھا جاتا ہے۔ البتہ جرم کے ارتکاب میں عوام اور خواص میں فرق کیا جائے گا عوام کم ذمّہ دار اور خواص زیادہ ذمہ دار ہوں گے۔ علما زیادہ ذمّہ دار ہوں اور بے علم عوام کالانعام کم ذمہ دار۔ علیٰ ہٰذا القیاس حکمران طبقہ اور عوام، تعلیم یافتہ، دانشور طبقہ اور بے علم، کارخانہ دار اور مزدور اور مردوں کے مقابلے میں خواتین اور شہریوں کے مقابلے میں دیہاتی کم ذمہ دار ہوں گے۔

پاکستان بننے کے بعد ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کا شعور بیدار کرنے کا کام نہیں ہوسکا۔ وقتی طور پر یہ کام حکومت، علماء، قائدین، سیاسی جماعتوں، پیروں اور مذہبی و دینی پیشواؤں کا تھا جو بوجوہ پورا نہیں ہوسکا۔

دوسرے درجے میں اس نظریاتی کام کی کمی کو نئی اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے تعلیمی میدان میں فکرِ اقبال پر مبنی ملکی تعلیمی نظام نے پورا کرنا تھا۔ ہمارے مقتدر طبقات کے ذاتی مفادات آڑے آئے اور کڑوا سچ یہی ہے ذمہ دار حضرات نے یہ کام نہیں کیا۔ لہٰذا ہماری نئی نسلیں اس نظریاتی بیداری کی روشنی سے منوّر نہ ہوسکیں اور آئندہ ہر آنے والا دن اور ہر سال نئے کامیاب ہونے والے طبقہ کی کھیپ درجہ بدرجہ نظریاتی اجنبیّت کا شکار ہوتی گئی اور نظریۂ پاکستان یا فکرِ اقبال نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا چلا گیا۔ حیرت ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے اور چند سال بعد تک علامہ اقبال کا کلام ہمارے سکولوں اور تعلیمی نصاب میں رچا بسا ہوا تھا مگر آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ علامہ اقبال کا فکر اور نام تک تعلیمی سلیبس میں سے نکال دیے گئے ہیں۔

لہٰذا اب 67 سال بعد پوری قوم نظریۂ پاکستان کا نام تو کبھی کبھی اخبارات میں پڑھتی ہے مگر اس کی تفصیلات اور حقیقت سے نابلد ہے۔ نظریۂ پاکستان ٹرسٹ بہت دیر سے قائم ہوا مگر اس کا کام تعلیمی نظام سے علیحدہ ہونے کے سبب بے اثر ہے۔

الغرض اس نظریاتی انحراف پر پوری قوم مجرم ہے اور 'ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا' کے مصداق انحراف ہوا ہے تو یقیناً اس کے اسباب بھی ہوں گے۔ اگر ہم اس وقت ایک دوسرے کو مجرم اور ذمہ دار ٹھہراتے رہے تو بہت سارا مزید وقت اسی کام میں گزر جائے گا اور مثبت کام میں مزید دیر ہوجائے گی۔ لہٰذا ــــــ عقلمندی کا تقاضا ہے کہ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ نظریاتی انحراف ہوا ہے باہم مل کر ــــــ اب اس انحراف کے اثرات کو ختم کرنے کے اقدامات پر غور کرنا

چاہیے اور اس کے لیے سب کو مل بیٹھ کر کام کرنا چاہیے۔

2 نظریاتی انحراف کے خارجی اسباب

پاکستان جیسی واحد نظریاتی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد نظریاتی انحراف کے اسباب میں داخلی کے ساتھ کچھ خارجی اسباب بھی ہیں:

- پاکستان کے قیام کے وقت ہی 1940ء تا 1947ء نہ برطانیہ کی حکومت اور عوام یہ چاہتے تھے کہ پاکستان بنے اور نہ ہی کانگریس چاہتی تھی کہ بھارت میں مسلم ریاست کا علیحدہ وجود ہو۔ پھر پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی عالمی طاقت کی حیثیت صہیونیت نے 'امریکہ' کو دلا دی، جس کی وجہ سے روزِ اوّل سے امریکہ بھی درحقیقت پاکستان کا دشمن ہے۔ قائداعظم کی حیات تک (ستمبر 1948ء) جنگ کشمیر کی صورت میں یہ دشمنی بھارت اور برطانیہ تک محدود تھی۔ پھر خان لیاقت علی خان کو امریکہ بلوایا گیا۔ وہاں اسرائیل کی ریاست کو تسلیم نہ کرنے کی بات کرنے پر امریکہ نے پاکستان کو دوست بنا کر اور گلے لگا کر ہلاک کرنے کی پالیسی پر عمل شروع کر دیا اور وہ دن اور آج کا دن ہمارا ملک امریکی دوستی کے زہریلے اثرات کی وجہ سے تڑپ رہا ہے۔ ایوب خان کا مارشل لاء، مشرقی پاکستان کی علیحدگی، یحییٰ خان کا مارشل لاء، جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء اور جنرل پرویز مشرف کا مارشل لاء امریکی قیادت کے آسمان کی وحی تھی جو روبعمل آئی۔ امریکہ جمہوریت کا علمبردار ہے مگر جمہوریت کے ساتھ ساتھ مارشل لاؤں اور بادشاہتوں کو بھی پالتا ہے اور ان سے بھی کام لیتا ہے اور اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے ان ناجائز ذرائع کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

ان ادوار میں دیگر منحوس پالیسیوں کے ساتھ تعلیمی اصلاحات کے نام سے امداد اور خصوصی فنڈ، وظائف، نمایاں طلبہ کے لیے امریکی دورے یہ سب باتیں صہیونی ILLUMINATE کے زہریلے عالمی منصوبے کے ایک اہم حصے کے طور پر پاکستان میں نصاب تعلیم کی یکسر تبدیلی کا باعث بنیں اور نوبت بایں جا رسید ـــــ کہ اب پاکستان کے سکول کالجز کا نصاب نظریۂ پاکستان کے مخالف مواد سے بھرا ہوا ہے۔

نظریہ پاکستان کے تسلسل کا ذمہ دار ایک نظریاتی نظامِ تعلیم کو بننا تھا اور ـــــ اس

ریاستی ستون کا یہ حال ہے تو اس کے اثرات عدلیہ، انتظامیہ، مقنّنہ اور فوج پر بھی اسی طرح پڑے ہیں جیسے پڑنے چاہئیں تھے۔

مغرب ہمارا دشمن ہے وہ نہیں کہہ سکتا کہ 'نظریہ' بھی ریاست کا ستون ہے اور اہم ستون ہے وہ تو اس کو گرانے کے درپے ہے تاکہ پاکستان بھی ایک عام ریاست بن کر مغرب کا مکمل غلام بن جائے۔

جبکہ ہماری ملکی ضرورت کے تقاضے اور ہیں۔ اگر نظریۂ پاکستان زندہ ہوگا۔۔۔۔ تو فکرِ اقبال زندہ ہوگا۔۔۔۔ پھر تعلیم نظریاتی ہوگی۔۔۔۔ اگر تعلیم نظریاتی ہوگی تو۔۔۔۔ ہماری فوج ۔۔۔ ہماری عدلیہ۔۔۔ ہماری مقنّنہ اور ہماری انتظامیہ میں ہر نیا آنے والا اہلکار اس نظریہ کی اہمیت کو سمجھے گا اور اسی سمت میں چلے گا اور یوں ملک بحیثیت مجموعی اپنے مقصدِ وجود یا نظامِ عدلِ اجتماعی یا اسلام کا اجتماعی نظام یا قرآن مجید کا نظام یا نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا رہے گا وگرنہ وہ حال ہوگا جواب ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں اعلیٰ سطح پر ہر NEW ENTRY مغربی افکار و نظریات کی طرف لے کر جانے والی ہے؛ اس لیے کہ جو مغرب سے سیکولر تعلیم لے کر آتا ہے اور اس کا پرستار اور پجاری ہوتا ہے وہ آتے ہی اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہو جاتا ہے اور سیکولرازم کو مضبوط کرنے کی پالیسیاں بناتا ہے۔ نام کا چاہے مسلمان ہی ہو۔

نظریاتی تعلیم سے نظریہ قوم کے ہر طبقہ میں سرایت کرتا ہے۔ کسی ملک کے شہریوں اور نظریہ کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے سکول لیول پر ''پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے'' کا سائنسی تجربہ ہے۔ ایک اپریٹس (APPARATUS) ہوتا ہے جس میں کئی قسم کی شیشے کی ٹیوبیں لگی ہوتی ہیں۔ ایک سیدھی ہے، ایک ٹیڑھی ہے، ایک بل کھاتی ہوئی اوپر کی طرف گئی ہے، ایک صراحی دار ہے۔ ان ٹیوبوں کا آپس میں ایک افقی بڑی ٹیوب کے ذریعے تعلق ہوتا ہے۔ اس بڑی ٹیوب میں پانی کا والو کھولیں تو پانی اوپر کو اُٹھنا شروع ہوتا ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ موٹی، باریک، ٹیڑھی، سپرنگ کی طرح بل دار، ہر ٹیوب میں پانی چڑھتا ہے اور سب میں پانی کی سطح ایک جیسی ہوتی ہے۔ اس تجربے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پانی کو آپس میں ملے ہوئے کسی قسم کے برتنوں میں ڈالو تمام برتنوں میں سطح ایک جیسی ہوگی۔

نظریہ ـــــ ریاست کے ستونوں میں اسی طرح سرایت کرتا ہے اور ریاستی سطح پر تمام ستون بلکہ عوام وخواص اور زندگی کا ہر طبقہ مجموعی طور پر ایک جیسا متأثر ہوتا ہے (افراد کا معاملہ دوسرا ہے ہر جگہ اچھے/ بُرے لوگ انفرادی سطح پر مل جائیں گے)۔

لہٰذا نظریاتی نظام کے گزشتہ 60 سالہ فقدان کی وجہ سے ہماری انتظامیہ (سرکاری اہل کار وفاقی سطح سے لے کر قاصد اور چوکیدار کی سطح تک، پولیس، محکمہ مال اور دیگر سرکاری ادارے اور کارپوریشن وغیرہ)، ہماری مقنّنہ (پارلیمنٹ لاجز میں بے حیائی و بے ہودگی کا کیس اخبارات کی زینت بنا اور مک مکا کے ذریعے دب گیا)، ہماری عدلیہ (ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا عام آدمی کو معلوم نہیں، مگر ضلعی اور تحصیل سطح کی عدالتوں کا جو حال ہے ہڑتالیں، تاریخیں، خرچے، رشوت اور مرضی کے فیصلے ہر اس شخص کا تجربہ جو عدالت سے رجوع کرتا ہے۔ فوجداری یعنی قتل وغیرہ کا کیس ہو تو اللہ ہی حافظ ہے جائیدادیں بک جاتی ہیں مگر فیصلے نہیں ہوتے) اور فوج کا معاملہ بھی اوپر درج مثال کی رو سے زیادہ مختلف نہیں ہوسکتا۔ جنرل پرویز مشرف کا ذاتی کردار اور جنرل یحییٰ خان کا ذاتی کردار اگر سامنے رہے تو یہ اسی دیگ کے چاول ہیں اور اِلا ماشاء اللہ مجموعی حالت وہی ہے جو نظریاتی تعلیم اور نظریاتی تربیت کے فقدان کی وجہ سے ہونی چاہیے۔

آزاد میڈیا ـــ کا ریاستی ستون بھی اس وقت مادر پدر آزادی کا قائل ہے اور لبرل ازم اور اباحیت پرستی (ہر شے حلال ہے ہر کام جو دل میں آئے کرو) کا علمبردار ہے۔ ہمارے ٹاک شوز (TALK SHOW) ہمارے ڈرامے، ہمارے میڈیا کے عمومی مزاج میں (جو کچھ چند ماہ پہلے جیو کی نشریات پر مذہبی سطح پر ہوا کہ 'کہے صنم بھی ہری ہری') اصول اخلاق، مذہب، اللہ، رسول ﷺ، قرآن مجید، خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ اکابرین امّت ـــــ صلحائے اُمّت ـــــ مسلمان بادشاہوں پر مخالفانہ اور سیکولرازم کے نقطۂ نظر سے تنقید کے ذریعے سب اصول بالائے طاق رکھ کر صرف RATING بڑھانے اور دوسروں پر فوقیت (URGE TO DOMINATE) حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔ ساتر لباس، پردہ، دوپٹہ، برقع، نمازوں کے اوقات، نماز، اذان یہ سب باتیں ہمارے میڈیا کے لحاظ سے قبل از تاریخ کے رومن اور یونانی دور کے دیو مالائی قصّوں

سے بھی گئے گذرے تصوّرات بن کر رہ گئے ہیں۔اس لئے کہ رومی و یونانی ــــــ بت پرستانہ اور گمراہ کن نظریات کا ذکر کریں گے تو انسان جدید اور ماڈرن لگتا ہے جبکہ خدا اور رسول ﷺ کا ذکر کریں گے تو ع 'کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں'
والی بات ہوتی ہے جو ہمارے مسلمان میڈیا کارکنان کو بھی بالعموم پسند نہیں ہے۔

اور سب سے آخر میں خود محکمہ تعلیم اور اس کے کارپردازان کے علاوہ ایک عام ٹیچر کا کردار کیا ہے؟ــــــ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔لہٰذا ایسے اساتذہ کے زیر تربیت بچے بڑے ہو کر جو کچھ بنتے ہیں سرکاری ادارے عدلیہ، فوج، میڈیا کا عمومی مزاج اس کا گواہ ہے۔ان میں سے پھر بھی جو بچے قدرے مسلمان رہتے ہیں وہ شاید کچھ گھروں کا ماحول اور محلے کی مسجد میں قرآن مجید (ناظرہ) اور نماز کی تربیت کا اثر ہے وگرنہ محکمہ تعلیم میں نصاب سے لے کر امتحانی پرچوں اور نتیجے کے اعلان تک اقرباء پروری اور رشوت کا بازار گرم رہتا ہے۔انٹری ٹسٹ کے معاملات میں رشوت کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔یہ سب کچھ ہماری بنیادی نظریہ کے تحت نظریاتی تعلیم کے شدید فقدان کا نتیجہ ہے۔اگر تعلیم کے شعبے کا یہ حال ہے تو دیگر ریاستی ادارے ماشاءاللہ۔

یہ حال سرکاری سکولوں کا ہے ــــــ پرائیویٹ ادارے اور بالخصوص امراء کے لئے بنائے گئے پرائیویٹ سکول کالجز وغیرہ کا اخلاقی اور نظریاتی گراف کب کا زیرو (ZERO) سے نیچے جا چکا ہے۔یہی حال ہمارے ہاں تربیتی اداروں اور ٹریننگ اکادمیوں کا ہے وہاں بھی ــــــ اخلاق ، کردار اور نظریہ ـــ فکر اقبال ـــ اسلام ـــ قرآن ـــ جہاد، یہ سب چیزیں قصۂ ماضی ہیں۔ان کا نام شاید ہو ــــــ ایک زندہ کردار کے طور پر یہ چیزیں وہاں ہوتیں تو وہاں سے تربیت یافتہ افراد میں بھی ہوتیں جو کہ نہیں ہے۔دُھواں نہیں ہے تو یقین ہے کہ آگ کا وجود نہیں ہے۔

ریاست کے ستونوں میں فوج کی اہمیّت اور مداخلت

ایک صحت مند ریاست اور نظریاتی لحاظ سے کامیاب ملک کے لیے تو ریاست کے سارے ہی ستون اہم اور ناگزیر ہیں۔تاہم ان اداروں کے باہمی تقابل میں فوج کو ایک گونہ اضافی اہمیت (WEIGHT AGE) حاصل ہے۔

جیسے تذکرہ ہوا کہ پاکستان کا نظامِ تعلیم ریاستی نظریہ کے مطابق نہیں ہے اور روزِ اوّل

سے اس پر توجہ نہیں دی گئی۔ علامہ اقبال کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے ذرا کام کیا اور بس! مگر ملک جیسے تیسے چل رہا ہے۔ ملکی تاریخ میں سیاستدانوں نے ملکی سیاست کے ساتھ کیا کیا۔ گورنر جنرل غلام محمد، جنرل یحییٰ خان تو عجوبہ روزگار تھے دیگر وزراء اور سیاسی زعماء کا حال بھی واقفانِ حال جانتے ہیں۔ کتاب 'نگارخانے سے پارلیمنٹ تک' کا مطالعہ کافی ہے۔ 'سیاست کے فرعون' نامی کتاب پڑھ لیں تو مقنّنہ وانتظامیہ کے نظریاتی لیول اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا معیار سامنے آجائے گا۔ ملک پھر بھی چل رہا ہے۔

عدلیہ کا معاملہ تحصیل لیول سے لے کر سپریم کورٹ تک ملکی تاریخ کے بعض ادوار میں بڑا ناگفتہ بہ رہا ہے گزشتہ چند سالوں سے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا مجھے معلوم نہیں تحصیل اور ضلع کی سطح کی عدالتوں کا حال بہت پتلا ہے۔ ملک پھر بھی چل رہا ہے۔

ملک بھر میں میڈیا نے جو نظریاتی سطح پر نظریۂ پاکستان کے خلاف مواد عام کرنے میں کردار ادا کیا ہے وہ کسی طرح بھی اصحابِ عقل ودانش سے پوشیدہ نہیں۔ ملک کی جڑیں کھوکھلی ہورہی ہیں ملک پھر بھی چل رہا ہے۔

ریاست کا ستون 'فوج' ایسا ستون ہے کہ دوسرے ستون کمزور ہو بھی جائیں تو یہ 'فوج' کا ستون اضافی بوجھ لے کر ایک حد تک ریاستی ڈھانچہ اور ملک کی سرحدوں کو محفوظ (INTACT) رکھنے کی ذمہ داری ادا کرتا ہے اور ملک کے عوام 'فوج' کے ادارہ سے اس کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ اسی لیے فوج کو انتظامیہ اور مقنّنہ کے علاوہ عدلیہ کے معاملات، غیر ملکی رابطے اور دشمن ملکوں سے تعلقات پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے اور جب معاملہ 'ملکی بقا' یا 'استحکام' کا ہو تو مداخلت بھی کرنا پڑتی ہے۔ یہی ہمارے ملک کی تاریخ ہے۔ یہ دوسرے اداروں کی نااہلی ہی شمار ہوتی ہے۔ تاہم اس ضمن میں 'فوج' پر نگاہ رکھنا اور اس کے ان تمام فیصلوں اور مداخلت کے 'جواز' کو ثابت کرنے کے لیے سوائے ایک نظریہ یا نظریاتی نظامِ تعلیم کے کوئی قدغن 'علم کی دنیا' میں موجود نہیں ہے اور صاف ظاہر ہے فوج کے افراد بھی انسان ہیں اور نظریاتی افلاس ان پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے فوج کی اہمیت کہ وہ نظریاتی ہو ـــــ باقی تمام اداروں سے مقابلتاً زیادہ ضروری ہے۔ اگرچہ یہ ادارہ صدر یا وزیراعظم / مقنّنہ کے ماتحت ہوتا ہے مگر اکثر اوقات ان

'ستونوں' میں ٹکراؤ کی کیفیت اور عدمِ اعتماد کا ماحول رہتا ہے۔اس کیفیت کو ملک کے حالات میں عام آدمی بھی کبھی کبھی محسوس کرنے لگتا ہے۔

لٰہذا ریاست کے معاملات کو صحیح رُخ یعنی اسلام کے اُصولوں اور فکرِ اقبال کے مطابق چلانے کے لیے فوج کے نظریاتی ہونے پر دوسرے اداروں سے مقابلتاً زیادہ توجہ دینا ضروری ہے۔

نظریاتی انحراف کا نتیجہ

اس نظریاتی انحراف کے جہاں ملک میں اندرونی اور بیرونی طور پر عوام پر 'خوفناک' نتائج نکلے ہیں وہیں خالق کائنات بھی جس نے ہمیں یہ ملک عطا کیا تھا، ہم سے ناراض بلکہ بیزار ہے اور سُود جیسی اقتصادی لعنت کو گلے لگانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے جس کے نتیجے میں ناگہانی آفات، خانہ جنگی، بے سکونی اور باہمی عدمِ اعتماد کی کیفیت ہم پر مسلّط ہیں۔

1947ء اور اس کے کچھ عرصہ بعد کم از کم اس ملک کے دانشور حضرات اور مخلص مسلمان زُعماء کو یاد تھا کہ یہ ملک کیوں بنا تھا اور اس کے بانیان علامہ اقبال اور محمد علی جناح (اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے) کے بیان کردہ مقاصد کیوں حاصل نہ کیے جا سکے۔اب یہ سبق کسی کو بھی مستحضر نہیں۔اس اجتماعی اور قومی جرم میں کئی پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں مگر اس بحث کا حاصل باہمی بداعتمادی میں اضافے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔لٰہذا ـــــ اب آگے کی فکر کی ضرورت ہے۔

اصلاحِ احوال کے لیے...... کرنے کا کام؟

ملک خداداد پاکستان کو واقعتاً ایک نظریاتی ریاست بنانے کے لئے ایک عزمِ نو کی ضرورت ہے۔اور اس کے لئے ریاست کے تمام ستونوں کی ذمہ داری یکساں ہے کہ اس میں اپنے اپنے حصہ کا کام کریں اور اس سلسلے میں سب سے پہلے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہمارے اندر ایک عزم پیدا ہو اور اپنے نظریہ ـــ دوقومی نظریہ ـــ نظریۂ پاکستان ـــ فکر اقبال یعنی اسلامی انقلابی فکر اور ISLAMIC THOUGHT کو اپنانے کا جذبہ بیدار ہو۔

ہم سب کے لئے کرنے کا مشترک کام یہ ہے کہ ہم ذاتی سطح پر، خاندان کی سطح پر،

برادری، محلّے، صوبے، ملک اور ہر ریاستی ادارے کی سطح پر اپنا قبلہ درست کرلیں اور اپنی نگاہیں ــــــ عالمی طاقتوں، صیہونیّت، امریکہ اور UNO وغیرہ سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے نمائندے حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کے ساتھ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ علماء، فقہاء وصلحائے اُمت کی طرف رجوع کر لینے کا اٹل فیصلہ کرلیں۔

اس فیصلے کے بعد ضرورت پیدا ہوگی کہ اب کیا کیا جائے؟ جس کے لئے کرنے کے بہت سے شعبے اور درجے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ یہاں یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ ہمیں کیا کیا کرنا ہوگا حقیقتاً 'جہاں چاہ وہاں راہ' WHERE THERE IS A WILL, THERE IS A WAY. کا معاملہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ خود راہیں دکھاتا چلا جائے گا اور آسانیاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔

اس کام میں ہمیں فکرِ اقبال کے انقلابی پہلو کو سامنے رکھنا ہوگا اور سماجی، اقتصادی اور سیاسی سطح پر وہ تمام تبدیلیاں لانی ہوں گی جو اسلام کا تقاضا ہے جو علامہ اقبال نے اپنے کلام ابلیس کی مجلس شوریٰ نامی نظم میں ابلیس کی زبانی نشاندہی کی ہے۔ غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ، ہر سطح پر ہر طرح کے سودی لین دین کا قلع قمع اور ملک کے تمام قوانین کو جلد از جلد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ڈھالنے کا کام کرنا ہوگا۔ نیز نظامِ تعلیم کو اسلام کے تصورات کے مطابق بنانا ہوگا (CO-EDUCATION کا خاتمہ، پردہ، نظامِ عِفّت و عصمت کی اہمیت وغیرہ)۔ مغرب کے گمراہ کن نظریات از قسم ڈارون کا فلسفہ فرائڈ کا فلسفہ ارسطو کے ابلیسی خیالات اور کارل مارکس کے نظریات سے نظامِ تعلیم کو پاک کرکے پاکستان کے ہر شہری کو حقیقی انسان اور سچا مسلمان بنانا ہوگا۔ اگر ہم ایسا کر سکے تو پاکستان حقیقی معنوں میں ایک اسلامی ریاست کا روپ دھار لے گا اور ایسا ہوگا تو یہ نظریۂ ریاست EXPORT بھی ہوگا اور پھیلتے پھیلتے ساری دنیا پر پھیل جائے گا ـــــ یہی فکرِ اقبال بھی ہے اور قرآن وسنّت کی منشا اور پیش گوئی بھی۔

اس سطح پر طویل المیعاد منصوبہ بندی (LONG-TERM PLANNING) اور مختصر المیعاد منصوبہ بندی (SHORT-TERM PLANNING) کی اشد ضرورت ہوگی۔

مختصر المیعاد منصوبہ بندی کے کچھ نتائج فوراً نکلنے سے قوم میں مجموعی طور پر حوصلہ پیدا ہوگا، ہمّت بڑھے گی اور جذبۂ عمل پروان چڑھے گا کہ ہم صحیح سمت میں جا رہے ہیں۔

ہنگامی اقدامات

مریض کے مرض کی شدت کے پیشِ نظر اسے پہلے ہنگامی یا ایمرجنسی امداد فراہم کی جاتی ہے تاکہ مریض کو فوری قدرے آرام ملے۔ اسی طرح ہمارے ملک کے مجموعی حالات میں جو بے چینی، عدم اعتماد، بے انصافی، ظلم، عدم برداشت، دھونس، دھاندلی، لوٹ کھسوٹ، افلاس، علاج معالجہ کی سہولتوں کا عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہونا، بنیادی ضرورتوں کی عدمِ دستیابی جیسے معاملات ہیں ان سے عوام کو فوراً ریلیف نہ ملا تو حالات ایسے ہیں کہ عوام مزید کسی وعدۂ فردا اور لمبے طویل المیعاد منصوبے کا انتظار نہیں کر سکتے اور صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ ہنگامی اور نظریاتی اقدامات نہ کئے گئے تو ملک میں شدید خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔

ہماری ناقص رائے میں ملکی سطح پر انتظامیہ، عدلیہ، فوج اور مقنّنہ بھی اپنے اپنے داخلی معاملات اور اپنی خارجی تصویر (PUBLIC IMAGE) کو صحیح اور نظریاتی بنانے کے لیے SELF ASSESSMENT کریں اور ایک شعر کے مطابق 'ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی' سے پہلے 'آپ ہی طرزِ تغافل پر ذرا غور کریں' والا معاملہ ہونا چاہیے۔ جناب وزیر اعظم صاحب بھی جلاوطنی کے دور میں حرمین شریفین میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدوں کو یاد فرمائیں اور ان پر خلوصِ دل سے عمل کریں۔

حکومت

حکومت کی سطح پر کرنے کے کام یہ ہیں کہ حکومت چند نظریاتی یعنی اسلامی اصلاحات کو اسمبلی میں پاس کرا کے نفاذ کا فوراً اعلان کرے یعنی

- شراب پر ہر طرح کی پابندی لگا دی جائے۔ ملک کے اندر شراب کی اجازت ختم اور فیکٹریاں بھی بند کر دی جائیں۔
- تعزیراتِ پاکستان کو منسوخ کر کے (ایران کی طرح) پاکستان کے عوام کی دو تہائی

اکثریت کے فقہی حنفی مسلک کی بنیاد پر فقہ حنفی کو ملکی قانون قرار دیا جائے۔

- جوئے اور جوئے کے اڈوں اور کلبوں پر مکمل پابندی لگادی جائے۔
- سود کے مکمل خاتمے کے لئے 1973ء کے آئین کی روح کے مطابق 15 سال میں جو تمام قوانین اسلامائز کرنے تھے اس کی روشنی میں UBL کے ذریعے مشرف دور میں جو درخواست دے کر سود کے مکمل خاتمے کو مکمل لٹکا دیا تھا، وہ درخواست واپس لے کر نیک نیتی سے سود کا مکمل خاتمہ کرنے کے اقدامات کیے جائیں۔
- سرکاری میڈیا اور نجی میڈیا چینلز سب پر اذان، دوپٹہ (خواتین کے لیے چہرے کے علاوہ ساتر لباس)، نمازوں اور جمعہ کے اوقات کے اعلانات کے ساتھ وقفے کئے جائیں اور ان وقفوں میں اشتہارات نہ چلائے جائیں۔
- میڈیا پر اشتہارات کے لئے سخت ضابطہ اخلاق پر عمل درآمد کرایا جائے۔ دینی احکام کی خلاف ورزی پر اُکسانے والے تمام اشتہارات، تصویریں، ڈرامے بلاخوف بند کرائے جائیں۔
- نیز انفرادی زندگی میں بھی ہر سطح پر دستور کی دفعہ 62-63 کے تقاضے پورے کرائے جائیں۔

عدلیہ

عدلیہ کے تمام ججز، عملہ اور قاصد کی سطح تک آئین کی دفعہ 62-63 کے تقاضے پورے کیے جائیں اور آئندہ تمام ملازمتیں اس شرط کے ساتھ مشروط کی جائیں۔

فوج:

فوج میں آئندہ تمام بھرتی (ENTRY) پر اپنی روح کے ساتھ دفعہ 62-63 کی پابندی لگائی جائے اور موجودہ (حاضر سروس) سٹاف اور جوانوں پر بھی سرکلرز، DIRECTIVES اور INCENTIVES کے ذریعے یہ تقاضے پورے کرائے جائیں۔

سرکاری ملازمتیں

- طے کر دیا جائے کہ آئندہ تمام سرکاری ملازمتیں چاہے PUBLIC SERVICE)

(COMMITIOM کے ذریعے سے ہوں یا کسی اور ذریعے سے دفعہ 62۔63 کے بنیادی تقاضے پورے کرنے پر ہی دی جائیں گی۔

- تمام سرکاری کارپوریشنز کی ملازمتوں پر بھی چیئر مین، ڈائریکٹر سے لے کر قاصد اور سیکورٹی گارڈ تک ان دفعات کے تقاضے پورے کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

محکمہ تعلیم __ اساتذہ

نظریہ یعنی نظریاتی تعلیم چونکہ بہت اہم ریاستی ستون ہے۔ لہٰذا، محکمہ تعلیم میں (سرکاری وغیر سرکاری سکولوں) ٹیچرز کے لئے آئین کی دفعہ 62۔63 میں قدرے اضافہ کے ساتھ سخت CODE OF CONDUCT لاگو کیا جائے اور جن سکولوں کی انتظامیہ میں غیر مسلم ہوں یا مشنری عیسائی ادارے ہوں ان میں مسلمان بچوں کے داخلے پر مکمل پابندی لگادی جائے اور آئندہ سرکاری ملازمتوں میں ایسے اداروں کے فارغ التحصیل طلبہ کو DISCOURAGE کیا جائے۔

مقنّنہ

- آئندہ الیکشن تک (جو تین سال بعد ہوں) مقنّنہ کے متوقع امیدواروں کے لئے سرکاری سطح پر صوبائی دارالحکومتوں اور اسلام آباد میں نظریاتی تربیتی کورسز کروائے جائیں دفعہ 62۔63 کی شرائط کے علاوہ ہر قومی اور صوبائی اور ضلعی ناظم کی سطح کے امیدواروں کے تعلیمی شرائط کے علاوہ ایک 15 روزہ نظریاتی تربیتی ورکشاپ میں شرکت لازمی قرار دی جائے (کونسلر اور ناظم یونین کے لیے یہ کورسز ایک ہفتہ دورانیہ کے ہو سکتے ہیں)۔ اس تربیتی ورکشاپ کا نصاب نظریۂ پاکستان ٹرسٹ اور اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورے سے دوقومی نظریہ، نظریۂ پاکستان، فکرِ اقبال یعنی علامہ اقبال کے انقلابی تصورات اور افکار کے مطابق ترتیب دیا جائے۔ تاکہ آئندہ آنے والی ہماری قومی اور صوبائی اسمبلیاں صحیح نظریاتی لوگوں پر مبنی ہوں جو اپنے دور اقتدار میں اس نظریہ کی مزید خدمت کرسکیں۔
- انتخابی اصلاحات کی جائیں اور طریق کار کی غلطیوں کو دور کر دیا جائے، ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دی جائیں۔

حاصل کلام

نظریۂ پاکستان کیا تھا فکرِ اقبال کیا ہے اور پاکستان کے نظریاتی ریاست بننے کے تقاضے کیا تھے اور ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں؟۔ آئندہ فوری و ہنگامی طور پر کرنے کے کام کے ساتھ ساتھ طویل اور مختصر المیعاد منصوبہ بندی کے تحت اقدامات کا آغاز ضروری ہے۔ اس تحریر میں ہنگامی نوعیت کی ناگزیر باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تاکہ ملک کے سنجیدہ اور مخلص حضرات اس ضمن میں آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرمائیں اور ملک وقوم کی ڈگمگاتی کشتی کو سازشوں کے سیلاب بلاخیز سے نکال کر فکر اقبال کے مطابق 'خلافت کی بنا' ڈالنے کی سعی فرمائیں۔

ے تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ع 'دیر آید درست آید' کے مصداق مشیّت ایزدی کے تحت حالیہ ہولناک سیلاب اور 'دھرنوں' کے تھپیڑوں سے ہی سنبھل کر ہم پاکستان کو اپنے نظریاتی تشخّص کے مطابق ڈھال کر نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ اور عالمی خلافت کا نقطۂ آغاز بنا سکیں تو ہماری خوش بختی وخوش قسمتی کے کیا کہنے! بقولِ شاعر

ے چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

فرمانِ قائد

قائداعظم نے 1948ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں فرمایا:

ہم نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

فرمودۂ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد
ولیکن الاماں از عصرِ حاضر
کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

ترجمہ

مسلمانوں نے درویشی اور سلطانی کو باہم جمع کیا ہے۔ ان کے ضمیر نے روح اور جسد کو باہم ملایا ہے۔ لیکن دورِ حاضر سے اللہ کی پناہ! کہ اس نے سلطانی اور شیطانی کو باہم جمع کر دیا ہے۔

ارمغانِ حجاز (فارسی) صفحہ 978